# آبادی اور ترقی

(قرآن وسنہ کی روشنی میں خاندانی منصوبہ بندی کے مسئلے کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف

صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

عصر حاضر میں آبادی کا مسئلہ بڑی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے: مغربی اور یورپی اثرات کے تحت خصوصی طور پر اسلامی ممالک کی آبادی، مختلف پہلوؤں سے زیر بحث ہے۔ اس مسئلے پر بلا مبالغہ مغربی ملک اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں.

اس پروپیگنڈے کی رُو سے، مسلمان ملکوں کی آبادی دنیا کا سب سے اہم مسئلہ ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ جب تک یہ ممالک اپنی آبادی پر قابو نہیں پائیں گے، وہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے، گذشتہ دنوں اسی موضوع پر حکومت پاکستان نے ایک بین الاقوامی کانفرنس بھی منعقد کی اس مقالے میں اسی مسئلے کا جائزہ لیا گیا ہے۔

بظاہر تو یہ دونوں الفاظ یعنی ''آبادی اور ترقی'' بہت سادہ اور عام فہم سے ہیں اور ان دونوں کی باہمی ترکیب سے جو اصطلاح معرض وجود میں آتی ہے وہ بھی کوئی مشکل اصطلاح نہیں ہے۔ بایں ہمہ ہم ان دونوں الفاظ کا اور پھر دونوں سے ترکیب پانے والے اس ''مرکب'' لفظ کا قدرے تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، تا کہ اس حوالے سے بات اچھی طرح واضح ہو جائے.

## (الف) آبادی اور قرآن حکیم:

اس سے قبل کہ ہم اس پر مزید گفتگو کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آبادی کے مسئلے کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وحی ربانی اس مسئلے میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے:

قرآن مجید میں نسل انسانی کے آغاز اور اس کی افزائش نسل کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کا ایک احسان بتایا گیا ہے، ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً (۱) | لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا۔ (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے...... |

معلوم ہوا کہ انسانی آبادی کا آغاز اور اس کا ارتقاء اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم نشان ہے،

نسل انسانی کی ابتدا ایک مرد اور ایک عورت سے ہوئی، پھر دیکھتے ہی دیکھتے انسانی آبادی پورے کرۂ ارضی پر پھیل گئی، لیکن پھر ایک ایسا وقت آیا کہ لوگوں نے اولاد کو بوجھ سمجھنا شروع کر دیا اور وہ اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل کرنے لگے تو اس موقع پر قرآن حکیم میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاکُمْ ...... (۲) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا، کیونکہ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا، بڑا سخت گناہ ہے۔

پھر جہاں تک ترقی کا تعلق ہے تو ''آبادی اور ترقی'' میں شروع سے ہی لازم وملزوم کا تعلق رہا ہے، یعنی یہ کہ تمام تر انسانی ترقی اس کی آبادی کی مرہون منت ہے اور دنیا بھر میں انسان جہاں بھی ترقی کرتا رہا ہے یا کر رہا ہے۔ اس نے ترقی اپنی آبادی کی بنیاد پر ہی حاصل کی ہے۔

''ترقی'' (Developement) کا ''مادہ (ر۔ق۔ی) رقی 'یرقی'' ہے۔

رقی الی الشی ء رقیا...... صعدورقی غیرہ صعد (۳)، لسان العرب میں ہے: (یعنی کسی شے کی طرف چڑھنا)

الاعشیٰ نے کیا ہے۔

لئن کنت فی جب ثلاثین قامة ورقیت اسباب السماء بسلم (۴)

(اگر تو اسی ہاتھ کے کنوئیں (یا گڑھے) میں ہو اور آسمان کی طرف سیڑھی کے ذریعے چڑھ جائے)

قرآن کریم میں یہ لفظ اسی لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے، سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

ولن نُّؤمِنَ لِرُقِيِّکَ (۵) (اور ہم تمہارے (آسمان پر) چڑھنے پر ایمان نہ لائیں گے۔

عربی زبان میں اس مقصد کے لیے ترقی کے بجائے ''ارتقاء'' کی اصطلاح زیادہ مستعمل ہے، جس سے مراد کسی اونچی جگہ پر چڑھنا ہے بعض لغت دانوں نے سیڑھی کی ذریعے اوپر چڑھنے کو بھی ارتقاء یا ترقی قرار دیا ہے...... (۶) گویا انسان کا درجہ بدرجہ اوپر کی طرف چڑھنا' خواہ جسمانی اعتبار سے ہو یا روحانی اور تہذیبی پہلو سے ہو، ترقی یا ارتقاء کہلاتا ہے۔ (۷)

ترقی یا ارتقاء کا ذکر قرآن مجید اور حدیث نبویہ میں اس خاص مفہوم میں نہیں آیا، اس کے بجائے قرآن وحدیث میں عروج اور فوز وفلاح وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں (۸) جو اس مفہوم کو زیادہ بہتر اور جامع انداز میں واضح کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ الفاظ انسان کے باطن میں چھپے ہوئے اس جذبے کی عمدہ انداز میں وضاحت اور صراحت کرتے ہیں جو ہر انسان کے اندر موجود ہے اور جس کا اظہار ''انسانی زندگی'' کو کئی رنگ اور کئی روپ بخشتا ہے۔

دراصل ترقی یا کامیابی حاصل کرنے کا جذبہ انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے...... انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے۔ اس وقت سے ترقی اور کامیابی کی منازل طے کرنے کے لیے مصروف عمل ہے

......اس ترقی اور کامیابی کے لیے انسانوں کے مابین جس مسابقت اور مقابلے کا اظہار ہوتا ہے، غالبًا حضرت ھابیل اور حضرت قابیل کے مابین ہونے والی معرکہ آرائی بھی اسی کا نتیجہ اور ثمر تھی۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ترقی کا جذبہ انسانوں میں مشترک ہونے کے باوجود ترقی اور اس کے معنی و مفہوم میں بڑا فرق ہے...... بعض لوگوں کے نزدیک انسانی ترقی سے مراد اس کے مادی اور مالی وسائل میں اضافہ ہے، جب کہ بعض لوگوں کے ہاں ترقی کا مطلب شہرت اور مقبولیت کا حصول ہے۔ بعض لوگوں کا مطمح نظر اقتدار اور اختیار میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن ترقی کے یہ تمام تصورات ادھورے، ناکافی اور نامکمل ہیں، اس لیے کہ ان تمام صورتوں میں جو ترقی ہوتی ہے، وہ درحقیقت ترقی نہیں، بلکہ بعض اوقات عملی تنزل و انحطاط ہوتا ہے اسی لیے اسلام نے ترقی کے اس جذبے کو ''فوز و فلاح'' کے نظریئے کی صورت میں پیش کیا ہے، اس نظریئے میں ظاہری ترقی اور کامیابی کے ساتھ بحیثیت انسان اس کی معنوی اور روحانی ترقی بھی شامل ہے، اور عصر حاضر کی محض ترقی یا Dovelopement اور اسلام کے تصور فوز و فلاح میں یہی بنیادی فرق ہے (۹)۔

بالفاظ دیگر میں اسلام ترقی کا قطعاً مخالف نہیں ہے، لیکن اسلام ترقی کو محض ''ظاہری یا مالی وسائل میں اضافے تک محدود نہیں کرتا، بلکہ اسے کردار و عمل، تصورات و نظریات، علم و عمل اور جدوجہد کے ساتھ مشروط کرکے زیادہ جامع انداز میں پیش کرتا ہے۔

ترقی اور آگے بڑھنے کی فطری خواہش کے ساتھ ساتھ اسلام نے صبر اور شکر کے جذبات کی بھی تعلیم دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسانی جدوجہد کے ثمرات اس کی حسب خواہش نہ نکلیں، تو ایسی صورت میں اسے ''صبر و شکر'' کے جذبات و احساسات کا آئینہ دار بن جانا چاہیے اور اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان کی بڑائی اور کامیابی بحیثیت انسان اس کی ترقی اور کامیابی میں مضمر ہے، جس کے لیے ظاہری و روحانی وسائل میں اضافہ ضروری نہیں ہے۔

## ۲۔ ترقی کے موانع اور مشکلات

انسانی ترقی کی راہ میں خواہ وہ ظاہری ہو یا معنوی و روحانی بہت سے موانع اور بہت سی مشکلات حائل ہوتی ہیں پھر حضرت انسان اپنی ظاہری اور معنوی ترقی کے لیے مختلف اسباب و عوامل کو سبب کے درجہ میں اختیار کرتا ہے، اسی طرح وہ ان موانع اور مشکلات کے ازالے و ران کے سدباب کے لیے بھی مصروف عمل رہتا ہے، جو اس کی ترقی کے راستے میں حائل ہوتی ہیں، ان مشکلات اور موانع کو ابتدائی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے......

### (الف) آسمانی آفات اور موانع:

کچھ مشکلات اور موانع تو آسمانی یا قدرتی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دو افراد ایک

جیسے وسائل اور ایک جیسے پس منظر میں سفر کا آغاز کرتے ہیں، لیکن ان میں سے ایک کامیاب رہتا ہے اور دوسرا بری طرح ناکام...... ایک کو قدم قدم پر کامیابی اور کامرانی ملتی ہے تو دوسرے کو قدم قدم پر ناکامی اور نامرادی۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دو صاحبزادوں امین الرشید اور مامون الرشید کو یکساں مواقع ملے، بلکہ امین الرشید کو زیادہ مواقع ملے، مگر دنیا نے دیکھا کہ امین ناکام رہا اور نامرادی کی موت مرا، مگر مامون نہ صرف یہ کہ کامیاب رہا، بلکہ اپنے دورس اقدامات کے باعث، تاریخ اسلام میں ہمیشہ یاد رکھا گیا ہے۔ شاید اسی کا نام بخت اور تقدیر ہے...... اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسی پس منظر میں فرمایا تھا: عرفت ربی بفسخ العزائم (میں نے اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کی ناکامی سے پہچانا ہے) پھر یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ انسان دنیوی موانع کا تو کچھ ازالہ کر سکتا ہے، مگر آسمانی یا قدرتی آفات کا مقابلہ نہیں کر سکتا، تاہم احادیث نبویہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ صدقات اور دعاء سے آسمانی بلائیں اور مصیبتیں بھی دور ہو جاتی ہیں (۱۰)۔

## (ب) ذاتی عمل اور جدوجہد کی مشکلات

البتہ جہاں تک ان موانع اور مشکلات کا تعلق ہے، جن کا تعلق انسان کے ذاتی عمل اور ذاتی تدبیر سے ہے اور جن پر انسان بہتر منصوبہ بندی اور بہتر حکمت عملی کے ذریعے قابو پا سکتا ہے، تو ان مشکلات اور موانع کے لیے انسان کو جدوجہد اور کسب و عمل کا سہارہ ضرور لینا چاہیے، ایسے اعمال و افعال ہی کو ''اسباب'' کہا جاتا ہے اور اسلام مختلف مصائب اور آلام کے حل اور ازالے کے لیے محنت اور جدوجہد کے عمل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس پس منظر میں عصر حاضر میں جب انسان کی انفرادی یا اجتماعی سطح کی ترقی کا جائزہ لیا جاتا ہے، تو دونوں صورتوں کے لیے بڑھتی ہوئی آبادی کو سرفہرست رکھا جاتا ہے، اور یہ بتلایا جاتا ہے کہ ترقی پذیر ممالک عموماً اور مسلمان ملک خصوصاً جب تک اپنی آبادی پر قابو نہیں پائیں گے، آبادی کا یہ عفریت ان کی ترقی اور کامیابی کے تمام عوامل کو ہڑپ کر جائے گا۔

دوسری جنگ عظیم تک دنیا میں یہ سمجھا جاتا رہا کہ زیادہ آبادی قوموں اور افراد کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر ترقی اور کامیابی کا باعث ہے۔ اس طرح کہ جس خاندان کے لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی، وہ خاندان اتنے ہی زیادہ مال اور دولت کے اسباب و سائل پر قابض ہوگا، جنگ اور مقابلے میں وہ اتنا ہی زیادہ مؤثر اور کامیاب رہے گا۔ اراضی کی کاشت اور تجارت کے فروغ میں بہتر کردار ادا کر سکیگا اور جس خاندان میں افراد کم ہوں گے، اس کے پاس وسائل اور اسباب کی بھی کمی ہوتی۔ وہ زمینی طوفانوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھے گا اور نہ ہی مشکلات پر قابو پا سکے گا اور یوں تنزل کا شکار ہوگا۔

دنیا میں جن قوموں نے عروج و اقبال حاصل کیا، انہوں نے اپنی آبادی کی کثرت اور بہتر وسائل کی بنا پر یہ مقام حاصل کیا، اسلامی تاریخ میں تاتاریوں، مغلوں، غزنویوں اور سنجریوں وغیرہ اقوام کی تاریخ آبادی کی اسی وسعت و کثرت پر مبنی ہے۔ اسی بنا پر اس زمانے میں کسی خاندان یا قوم میں افراد کی کمی کا ہونا، ایک عیب کی بات سمجھا جاتا تھا، ایک عرب شاعر کہتا ہے:

**تعیرنا انا قلیل عدیدنا      فقلت لھا ان الکرام قلیل**

(اے میری بیوی! تو ہم پر یہ عیب لگاتی ہے کہ ہم تعداد میں کم ہیں، میں اُس سے کہتا ہوں کہ شرفاء ہمیشہ ہی کم ہوتے ہیں)

مگر دوسری جنگ عظیم کے بعد انقلابی تبدیلی پیدا ہوئی، اور پہلے مغربی ملکوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ دنیا کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور پھر اس کے اثرات مشرقی ممالک کو بھی متاثر کرنے لگے۔ فی الوقت یہ مسئلہ دنیا کا سب سے اہم مسئلہ بن گیا اور اس کے نام نہاد خوف سے ساری دنیا کانپ رہی ہے، یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس وقت مسلمان علماء بھی دو حصوں میں منقسم ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم اس مسئلے کے کسی حل تک پہنچیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں جماعتوں کے موقف کا ایک جائزہ لے لیا جائے۔

## (۱) جدت پسند علماء کا موقف و مسلک

پہلا گروہ جو اپنے آپ کو جدت پسند کہلاتا ہے اور کھلے لفظوں میں آبادی کو کم رکھنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کے جدید طریقوں کو اپنانے کا حامی اور مؤید ہے۔ ان کے نزدیک اولاد کی کثرت اسلام میں کبھی بھی مطلوب و مقصود نہیں رہی، اصل مقصد اچھے صالح، عمدہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کے حامل افراد تیار کرنا ہے، ان کے نزدیک آبادی کی کثرت، دور حاضر میں قوموں اور ملکوں کی ترقی یا ارتقاء کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اور جب تک کوئی قوم اپنی آبادی پر قابو نہیں پاتی، اس وقت تک اس کے لیے ترقی کرنا ممکن نہیں ہے...... اس موقف کے حامیوں میں علامہ اقبال کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی کتاب ''علم الاقتصاد'' میں اس مسئلے کا یوں جائزہ لیا ہے:

''ہمارے ملک پاک و ہند میں سامان معیشت کم ہے اور آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے، قدرت قحط اور وبا سے اس کا علاج کرتی ہے، مگر ہم کو چاہیے کہ بچپن کی شادی اور تعدد ازواج کے دستور کی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں۔ اپنے قلیل سرمائے کو زیادہ دور اندیشی سے صرف کریں...... لہٰذا اقتصادی لحاظ سے انسان کی بہبود اس میں ہے کہ وہ حتی المقدور اپنی حیوانی خواہشوں کو پورا کرنے سے پرہیز کرے اور جہاں تک ممکن ہو بچوں

کی کم سے کم تعداد پیدا کرے۔ یہ مطلب بڑی عمر میں شادی کرنے یا بالفاظ دیگر شرح پیدائش کو کم کرنے اور نفسانی تقاضوں کو بالعموم ضبط کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ (۱۱)

علامہ اقبالؒ نے مزید لکھا ہے:

''شریعت اسلامی نے اجتماعی مسائل میں مصالح امت کو نظر انداز نہیں کیا اور اس کے تصفیے کو اہل علم پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ حالات ومقتضائے وقت کے مطابق ان کا فیصلہ کریں، اس لیے اگر خط نفس مقصود نہ ہو، حقیقی ضرورت موجود ہو اور فریقین رضامند ہوں تو جہاں تک میرا علم رہنمائی کرتا ہے۔ شرعاً ضبط تولید قابل اعتراض نہیں ہے، اصول شرعی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو اگر وہ اولاد کی خواہش مند نہ ہو۔ اولاد پیدا کرنے پر باکراہ مجبور نہیں کرسکتا...... شرعی پہلو سے جو میں نے رائے دی ہے وہ شریعت کی حقیقت سے نہیں محض اپنے علم اور مطالعہ کی بنیاد پر ہے۔ (۱۲)

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری نے شیخ محمود شلتوت، شیخ حسن مامون، شیخ جاد الحق (تینوں حضرات جامعہ ازھر کے چانسلر رہ چکے ہیں) اور مولانا ابوالکلام آزاد کے حوالے سے لکھا ہے:

''واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا عالمگیر اور ماورائی مزاج، ہجوم اور بھیڑ کا کبھی قائل نہیں رہا۔ تعداد کی قلت یا کثرت کبھی بھی اس کی نگہ التفات کا مرکز نہ بن سکی، مقدار (Quantitiy) کی بجائے صفت (Quality) ہمیشہ اس کے پیش نظر رہی''۔ (۱۳)

## قرآن وسنہ سے استدلال

اس وقت خاندانی منصوبہ بندی یعنی آبادی کو کم کرنے کا مسئلہ صرف کسی ایک ملک کا مسئلہ نہیں ہے، یہ پوری اسلامی دنیا اور ترقی پذیر ممالک کا مسئلہ ہے، اس لیے ایسے لوگ اور ایسے علماء ہر ملک میں موجود ہیں، جو خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کے طریقے - اپنانے کو اسلام کے تقاضوں کے عین مطابق قرار دیتے ہیں، اس گروہ کے استدلالات درج ذیل ہیں:

### ۱۔ قرآن مجید سے استدلال

خاندانی منصوبہ بندی کے حامی علماء نے قرآن مجید سورۃ النسآء کی آیت ۳ سے بھی استدلال کیا ہے۔ جہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَوَاحِدَةً اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذَالِكَ اَدْنىٰ اَنْ لَّاتَعُوْلُوْا (۱۴)

اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے، تو ایک ہی بیوی کافی ہے یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں، یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم مشقت میں نہ پڑو

امام شافعی نے آیت کی تشریح ان الفاظ کے ساتھ کی ہے۔ کہ فرمایا:

**الایکثر عیالکم** یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تمہاری اولاد زیادہ نہ ہو۔

امام البغوی نے امام شافعیؒ کی اس تفسیر پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بات کسی مفسر نے نہیں کہی، اور یہ لغوی طور پر بھی غلط ہے اس لیے کہ کثرت عیال کے متعلق "اعال یعیل" کا مادہ استعمال ہوتا ہے (اس لیے اگر یہ جملہ یوں ہوتا: ان لاتعیلوا تو تب یہ معنی درست تھے)، مگر نامور لغت دان اور مفسر قرآن ابوحاتم نے کہا ہے کہ امام شافعی ہم سے زیادہ عربی زبان جانتے تھے، اس لیے ممکن ہے کہ مفہوم لغوی اعتبار سے درست ہو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ معنی "قبیلہ حمیر کی زبان ہے۔" (۱۵)

نامور مفسر قرآن قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ نے قاضی البیضاویؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

مشقت کی کثرت کو امام شافعیؒ نے کثرت اولاد کے لیے کنایہ سمجھا ہے۔ (۱۶)

## ۲۔ احادیث نبویہ سے استدلال

**(۱) بچوں کی خواب گاہیں الگ کردو**

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"امروا اولادکم بالصلاۃوھم أبناء سبع، واضربوھم علیھاوھم أبناء عشر، وفرقوا بینھم فی المضاجع" (۱۷)

(اپنے سات سالہ بچوں کو نماز کا حکم دو، اور دس سالہ بچوں کو جو نماز نہ پڑھتے ہوں، سزا دو، انہیں سوتے وقت ایک دوسرے سے الگ الگ رکھو)

اس روایت کی رو سے دس سالہ بچوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دینا چاہیے، گویا اس حدیث کی رُو سے ان میں ہر ایک کے لیے الگ کمرہ یا کم از کم لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الگ الگ کمرہ درکار ہوگا۔

لہٰذا بچوں کی ولادت میں وقفہ رکھنا اور خاندان کے معاشی وسائل کے مطابق بچوں کی تعداد کا تعین کرنا ہی اس مسئلے کا حل ہے۔ نیز یہ کہ ان کے خاندان کے جائے سکونت کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش کی جائے۔ تاکہ ہر بچے کے لیے یا کم از کم لڑکے اور لڑکی کو الگ الگ سلانا ممکن ہو۔

**(۲) بچوں کا مال دار ہونا محتاج ہونے سے بہتر ہے:**

اسی طرح ارشاد نبوی ہے:

**لان تذر ورثتک أغنیاء، خیر من أن تذرھم عالۃ یتکففون الناس** (۱۸) اپنی اولاد (وارثوں) کو مال دار چھوڑنا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ معاشرے پر بوجھ بنیں اور لوگوں سے خیرات مانگتے پھریں۔

## (۳)اولاد کی تعلیم وتربیت عمدہ نشو ونما کا حق

اپنے بچوں کے ذہن میں مذہبی اعتقادات جاگزیں کرنا، اور ان کی اچھی تربیت کرنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے۔ ان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نماز پڑھنے' روزہ رکھنے اور دیانت داری کی عادت ڈالیں اور شراب نوشی' منشیات کا کاروبار اور جنسی آوارگی جیسی برائیوں سے بچنے کی تربیت دیں، والدین کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو اپنی تاریخ اور تاریخی ورثے سے واقف کرائیں، جس کے لیے اولاد میں کمی کا ہونا زیادہ موزوں ہے، اس لیے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

ماورّث والدٌولدًاخيراًمن أدب حسن (۱۹)

''ایک باپ اپنے بچوں کے ورثے میں اچھی تربیت سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا۔''

اسی طرح رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں:

عن ابی سلمان مولی أبی رافع قال:قلت یا رسول الله: للولدعلیناحق کحقناعلیهم؟قال نعم حق الولد علی الوالد أن یعلمه الکتابةوالسباحة والرمایة،وألا یرزقه الاطیباً(۲۰)

ابو رافع کے غلام ابوسلمان نے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! کیا بچے کا ہم پر ایسا ہی حق ہے کہ جیسا کہ ہمارا ان پر ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں! والد پر بچے کا حق ہے کہ وہ بچے کو لکھنا' تیرنا اور تیراندازی سکھائے اور بچے کے لیے صرف اور صرف پاکیزہ اور عمدہ کھانا فراہم کرے۔

## (۴)عزل کی اجازت پر مشتمل احادیث نبویہ

دنیا کی آبادی کو کم رکھنے اور اسے ترقی کے لیے مضر قرار دینے والے علماء کرام نے احادیث مبارکہ میں مذکورہ عزل کے احکام سے بھی استدلال کیا ہے۔ عزل والی یہ روایت متعدد صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں، ان میں سے کچھ قومی احادیث ہیں اور کچھ تقریری (۲۱)......ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

### (الف)حضرت جابرؓ کی روایات

عزل کی اجازت پر مشتمل احادیث میں سب سے زیادہ مرکزیت, حضرت جابرؓ کی احادیث کو حاصل ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

کنانعزل والقران ینزل فبلغ ذالک النبی ﷺ فلم ینهنا(۲۱)

جب قرآن نازل ہورہا تھا، تو ہم لوگ اس وقت بھی عزل کرتے تھے۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ہمیں منع نہیں کیا۔

گویا حضرت جابرؓ نے اسے ''سنت تقریری'' کے تحت جائز قرار دیا ہے۔

اسی طرح حضرت جابرؓ ہی نے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

''ایک دن ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک

باندی ہے، جو ہماری خدمت گار ہے، میں اس سے مجامعت کرتا ہوں، لیکن مجھے اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں ہے فرمایا: اگر تم چاہو تو عزل کرلیا کرو اس لیے کہ اس کے لیے جو کچھ مقدر ہوا ہے، وہ اسے ضرور مل کر رہے گا پھر وہ شخص کچھ دنوں کے بعد آیا اور کہا: (یارسول اللہ) وہ باندی حاملہ ہوگئی ہے۔فرمایا: میں نے تمہیں اس بات سے (پہلے ہی) باخبر کردیا تھا کہ جو کچھ اس کے لیے مقدر ہوا ہے، وہ اسے مل کر رہے گا'' (۲۲)

اس حدیث سے، اس عمل کا جواز معلوم ہوتا ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کے سامنے مسئلے کی حقیقت تو بیان کی، مگر اسے منع نہیں فرمایا:

## (ب) حضرت ابوسعید الخدریؓ کی روایت

اس سلسلے میں اس کے جواز پر مشتمل کچھ احادیث مبارکہ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے بھی مروی ہیں- وہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ سے عزل کی بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا ''اور جب اللہ تعالیٰ کسی شے کو پیدا کرنے کا ارادہ کرے گا، تو اسے کوئی شے بھی مانع نہ ہوگی۔'' (۲۳)

اسی طرح کی ایک اور روایت میں حضرت ابوسعیدؓ نے غزوۂ بنوالمصطلق کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جنگ کے دوران میں لوگوں نے کہا: ہم بھلا کیسے عزل کریں حالانکہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں، چنانچہ ہم نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا۔تو آپ نے فرمایا: ''اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کیا (بوجھ) ہے، جو انسان بھی قیامت تک آنے والا ہے۔وہ ضرور آ کر رہے گا۔(۲۴)

ان مذکورہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں لوگ عزل، یعنی اولاد پیدا نہ کرنے کی تدبیر اختیار کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ لوگ ایسا کرتے ہیں، لیکن آپ نے اس سے لوگوں کو منع نہیں کیا، جو اس کے جواز کی مستند دلیل ہے۔

## (ج) صحابہ کرامؓ کا طرز عمل

علاوہ ازیں علامہ ابن حزم (۲۵) اور حافظ ابن القیم (۲۶) نے کئی صحابہ کرامؓ کے متعلق یہ بات نقل کی ہے کہ یہ صحابہ کرام عزل کیا کرتے تھے، اس فہرست میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبداللہؓ، اور حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری جیسے ثقہ صحابہ کرام شامل ہیں۔

اس سے بھی واضح ہوتا کہ کہ عزل جائز ہے، ورنہ علم و عمل کے یہ کوہ بیکراں اس پر کبھی عمل نہ کرتے۔

## (د) ضمنی استدلال

عزل کی اجازت اور صحابہ کرام کے طرز عمل پر مشتمل، ان احادیث نبویہ کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی بعض احادیث مبارکہ سے اس بارے میں ضمنی طور پر بھی استدلال کیا جاتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

## (ہ) مسلمان کو بحیثیت مجموعی طاقت ور کرنے کا حکم اور اس کے ثمرات

بعض احادیث میں بحیثیت مجموعی مسلمانوں کو طاقت ور اور مضبوط رکھنے کا حکم ہے، اور آنحضور ﷺ نے واضح کیا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان اکثریت رکھنے کے باوجود کمزور ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

یوشک الأمم ان تتداعی علیکم، کما تتداعی الأکلۃ الی قصعتھا قال قائل ومن قلۃ نحن یومئذ؟ قال: بل انتم یومئذ کثیر، ولکنکم (غثاء) کغثاء السیل ولینزعنّ اللہ من صدور أعدائکم المھابۃ منکم، ولیقذفن اللہ فی قلوبکم الوھن قالو: وما الوھن یا رسول اللہ؟ قال: حب الدنیا وکراھیۃ الموت (۲۷)

قریب ہے کہ مختلف قومیں یک جا ہو کر پر ٹوٹ پڑیں، جیسے بھوکے لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ: کیا یہ بات اس دن ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہو گی"؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نہیں "تم اس وقت بڑی تعداد میں ہو گے، لیکن تمہاری کثرت سیلاب کے کوڑے کرکٹ اور جھاگ کی طرح ہوگی۔ اللہ تمہارے دلوں کی کمزوری (وھن) سے بھر دے گا"۔ صحابہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ یہ وھن (کمزوری) کیا ہے"؟ آپؐ نے فرمایا: "دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا"

قرآن مجید ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ایک چیز کی قدر و قیمت اس کی کمیت میں نہیں، بلکہ کیفیت میں مضمر ہے، قرآن فرماتا ہے:

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ (۲۸) کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعتوں پر حکم الٰہی سے غالب آگئیں

لہٰذا قرآن حکیم اس بات پر زور دیتا ہے کہ کمیت کیفیت کے بغیر قوم کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

## ۵۔ فقہائے کرام کی آراء کے فتاویٰ

احادیث نبویہ میں عزل کے جواز پر مشتمل احادیث کی موجودگی کی بنا پر، قریب قریب تمام مسالک بشمول فقہ جعفریہ میں، اس کے "جواز" پر مدلل بحث کی گئی ہے...... بعض ائمہ کرام نے اس کو البتہ مکروہ قرار دیا ہے، چند ائمہ کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

### ۱۔ امام غزالیؒ (م ۵۰۵/۱۱۱۱ء)

امام الغزالی نے عزل کی احادیث پر گفتگو کرتے ہوئے اسے کراہت کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ جہاں تک احادیث میں مذکور اس بات کا تعلق ہے کہ بعض احادیث میں عزل کو "واد" (قتل خفی) قرار دیا گیا ہے، تو امام غزالیؒ نے اسے ریاکاری کو خفیہ شرک قرار دینے پر مبنی احادیث پر قیاس کرتے ہوئے "واد (خفیہ قتل) کی تعبیر ممانعت کے بجائے کراہت سے کی ہے (۲۹)

## ۲۔ علامہ ابن الھمام حنفی:

اسی طرح نامور حنفی فقیہ۔ علامہ ابن ہمام (۸۶۲ھ/۱۴۵۷ء) نے بھی اس کے جواز کو ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''اس امر کے باوجود کہ بعض صحابہ کرامؓ نے جذامہ (بنت دھب) کی روایت کی وجہ سے عزل کو ناپسند کیا ہے۔ علماء کی اکثریت نے اس کی اجازت دی ہے (۳۰) جب کہ جذامہ کی روایت کو حضرت علیؓ کی اس روایت نے بے اثر بنا دیا ہے۔ جس میں انہوں نے حضرت عمر کی محفل میں جنین کی تخلیق کے سات مراحل کو بیان کر کے وادِ خفی کے تصور کی نفی کی ہے۔ (۳۱)

اسی طرح حنفی علمائے کرام کی اکثریت نے عزل کو جائز یا زیادہ سے زیادہ کراہت کے ساتھ مباح قرار دیا ہے، البتہ یہ شرط عائد کی ہے کہ بیوی آزاد عورت ہونے کی صورت میں اس کی اجازت ضروری ہے۔ (۳۲)

## ۳۔ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ کی رائے:

حافظ ابن حجر جیسے نامور محدث اور فقیہ نے بھی، عزل کے جواز کو تسلیم کیا ہے اور استقرار حمل سے بچنے کے لیے تین وجوہ کا ذکر کیا ہے:

۱۔ غلام بچوں کے باپ بننے کا ڈر، اگر بیوی باندی ہو اور اس کا خاوند، اس کے مالک کے علاوہ کوئی اور شخص ہو، تو اس سے جو بچے پیدا ہوں گے، وہ سب غلام ہوں گے، حافظ ابن حجرؒ نے اس صورت میں بھی عزل کا مشورہ دیا ہے (یہ صورت اب ختم ہو چکی ہے)۔

۲۔ محتاج لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو پیدا کرنے سے اجتناب کرنا۔

۳۔ دودھ پیتے بچے کو ایک نئے حمل سے پیدا شدہ خطرہ سے بچانا (حاملہ ماں کا دودھ بچے کی صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے)۔

انہوں نے منع حمل کے لیے اس آخری دلیل کو زیادہ پسند کیا ہے۔ (۳۳)

## ۴۔ شیخ سید سابق

شیخ سید سابق نے اپنی کتاب ''فقہ السنۃ'' میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ عزل (اس کے لیے جو بھی طبی راہ اور طریق کار اختیار کیا جائے) مندرجہ ذیل صورتوں میں جائز ہے:

۱۔ آدمی عملاً بڑا خاندان رکھتا ہے، اور اپنے بچوں کی معقول تربیت کا انتظام نہیں کر سکتا۔

۲۔ بیوی بیمار ہو۔

۳۔ بیوی کو عمومی طور پر بہت جلد حمل ٹھہر جاتا ہو۔

۴۔ خاوند غریب آدمی ہو۔

۵۔ جیسا کہ امام غزالی نے کہا ہے کہ بیوی کی خوبصورتی کو بچانے کے لیے بھی (عزل کرنا جائز ہے) شیخ سابق موصوف نے مزید لکھا ہے کہ بعض فقہاء نے اس بات پر زور دیا ہے کہ بعض صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی نہ صرف جائز ہے، بلکہ پسندیدہ اور ضروری بھی ہو جاتی ہے۔ (۳۴)

## ۵۔ شیخ محمود شلتوت کی رائے

جامعۃ الازہر کے ایک سابق رئیس الجامعہ ڈاکٹر محمود رئیس الجامعہ شلتوت نے منع حمل کے لیے عزل کا طریقہ اختیار کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اسباب بیان کے ہیں:

۱۔ وہ خواتین جنہیں پیدائشی وقفے میں فوراً حمل ٹھہر جاتا ہو۔

۲۔ وہ لوگ جو چند بیماریوں کا شکار ہیں، اور یہ بیماریاں خاندانی طور پر آگے بچوں کو منتقل ہو سکتی ہیں۔

۳۔ وہ لوگ جو اقتصادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا سامنا کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔

شیخ شلتوت نے مزید لکھا ہے کہ:

> ''چند صورتوں میں مثلاً جن کا اوپر ذکر ہوا، انفرادی سطح پر خاندانی منصوبہ بندی ایک حفاظتی ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ سے بعض نقصانات سے بچا جا سکتا ہے اور تندرست اور توانا بچے عالم وجود میں آ سکتے ہیں۔ (۳۵)

## ۶۔ شیخ طنطاوی کی رائے:

شیخ طنطاوی، مفتی مصر، نے اپنے حالیہ فتویٰ (۱۹۸۸ء) میں تین صورتوں میں منع حمل کو جائز قرار دیا ہے:

۱۔ ایسا جوڑا جو اپنے محدود وسائل رکھتا ہے اور وہ دوسرے بچے کی پیدائش کو اس وقت تک التواء میں رکھنا چاہتا ہے، جب تک اپنے پہلے بچے کی معقول نگہداشت سے فارغ نہ ہو جائے۔

۲۔ ایسا جوڑا جو معقول معیشت تو رکھتا ہے، لیکن دوسرے بچے کی پیدائش کو عارضی طور پر اس وقت تک کے لیے روکنا چاہتا ہے، جب تک وہ ہر بچے کے لیے، خواہ بیٹا ہو یا بیٹی سونے کے لیے الگ الگ کمرے کا انتظام نہ کر لے۔

۳۔ وہ جوڑا جو بہتر وسائل معیشت بھی رکھتا ہے اور تین بچے بھی، لیکن وہ منع حمل کے وسائل کو اس لیے اختیار کرتا ہے کہ وہ ایسے ملک میں رہتا ہے جو خاندانی منصوبہ بندی کا محتاج ہے، حالانکہ یہ جوڑا اپنے طور پر مزید بچوں کا خرچ برداشت کر سکتا ہے۔ (۳۶)

## ۷۔ شیخ ڈاکٹر محمدی الاحمدی ابوالنور (الازہر) ۱۹۷۰ء:

ڈاکٹر الاحمدی ابوالنور نے ''شادی اور سنت کی راہ'' کے نام سے چار سو اکتیس صفحے کا ایک تحقیقی مقالہ لکھا، وہ چند سال پہلے مصر میں وزارت مذہبی امور کے وزیر بھی رہ چکے ہیں اور مقالہ لکھنے سے پہلے

جامعہ الازہر میں اصول فقہ کی فیکلٹی میں کام کر چکے ہیں۔

انہوں نے اپنے مقالہ میں "شادی کے پھل" کے نام سے ایک بحث میں بیس صفحے عزل کے لیے وقف کیے ہیں، بحث کے آغاز میں انہوں نے کثرت اولاد کے مسئلے پر لکھا اور بتایا کہ اسلام میں اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے، لیکن اس میں چند شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، نیز یہ کہ اس کثرت کے شوق میں لوگوں کی کیفیت وخصوصیت تباہ نہ ہو جائے، فاضل مصنف نے اس بات پر بھی بحث کی ہے کہ اگر آنحضرتؐ (روز حشر) مسلمانوں کی شوکت پر فخر کا اظہار فرمائیں گے تو ان مسلمانوں کو تندرست، اعلیٰ تعلیم سے آراستہ، عمدہ تربیت یافتہ، جفاکش، نیک اور سب سے بڑھ کر ایسی قوم ہونا چاہیے۔ جس کے سامنے ایک مقصد ہو۔

قرآن مجید میں آیا ہے:

إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَانَارَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنَ (۳۷) تم سب فی الحقیقت ایک ہی امت ہو۔ (الگ الگ دین اور الگ الگ گروہ بندیاں نہیں ہیں)۔ اور میں ہی تم سب کا (تن تنہا) پروردگار ہوں، پس چاہیے کہ میری ہی بندگی کرو۔

مسلمانوں کو غیر تندرست اور بیمار بچوں کو برداشت نہیں کرنا چاہیے، بچوں کو بیمار بنانے کی ایک راہ یہ ہے کہ عورت کو اس وقت حمل ٹھہر جائے جب وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ اس صورت میں مزید بچے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں یعنی دودھ پینے والے بچے اور جنین (Foetus) کو ناقص ترین غذا کا مہیا کرنا، حمل کے دوران حمل کے ہارمونز (Hormones) پروگسٹرون (Progesterone) اور آسٹروجن (Estrogen) میں اضافہ ہوتا ہے، جس سے چھاتی کے دودھ میں روغنیات (Fats) اور پروٹین (Proteins) کی کمی سے اس کا معیار گر جاتا ہے اور یہ امر دودھ پیتے بچے کو بری غذا اور چھوت (Inteetion) کے حملہ سے غیر محفوظ بناتا ہے، یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے "غیلہ" سے متنبہ فرمایا تھا۔ شیخ ابوالنور نے ولادت کے وقفے میں تقریباً تین سال پر زور دیا ہے۔ (تیس ماہ میں حمل اور دودھ پلانے کی مدت شامل ہے)۔

شیخ نے بڑے زور سے ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے، جن میں آیا ہے کہ صحابہ کرامؓ عزل پر عمل کرتے تھے۔ اور جب اس بارے میں آنحضرتؐ سے پوچھا گیا، تو آنحضرت ﷺ یا قرآن مجید نے اس عمل (عزل) سے منع نہیں فرمایا، بلکہ ایک حدیث میں تو آنحضرتؐ نے سوال پوچھنے والے کے سامنے عزل کی تجویز بھی رکھی۔

رہی یہ بات کہ "تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں" تو شیخ موصوف نے ان صحابہ کرامؓ کے

حوالے دیئے ہیں، جنہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا تھا کہ ''تمہیں عزل کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔'' (۳۸)

## ۸۔ شیخ یوسف القرضاوی، قطر، ۱۹۸۰ء:

شیخ قرضاوی نے جو قطر یونیورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر ہیں اور عالم اسلام کے بہت ہی معروف اسکالر ہیں اپنی مقبول عام کتاب ''الحلال والحرام فی الاسلام'' میں ایک باب عزل (منع حمل سے متعلق وسائل) کے لیے وقف کیا ہے، شیخ موصوف کی کتاب کا انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے اور اس سے وسیع پیمانے پر مسلمان ملکوں، یورپ اور امریکہ میں استفادہ کیا جا رہا ہے، شیخ صاحب نے اس موضوع پر لکھتے ہوئے ان الفاظ سے آغاز کیا ہے:

> ''بہر نوع اسلام ہر مسلمان کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ معقول اسباب اور مسلمہ ضروریات کے پیش نظر اپنے خاندان کی منصوبہ بندی کرے، آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں منع حمل کا عام طریق کار عزل تھا۔ آنحضرتؐ کے صحابہ کرامؓ نزول قرآن کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے۔''

شیخ موصوف نے اپنی بحث کو جاری رکھتے ہوئے عزل سے متعلق چند احادیث کے حوالے دیے۔ اس کے بعد انہوں نے عزل کی حمایت میں کئی معقول اسباب گنوائے ہیں۔ (۳۹)

## ۹۔ ڈاکٹر حسین عطیہ، ترکی (۱۹۷۴ء)

ڈاکٹر حسین عطیہ نے جو ترکی میں الہیات فیکلٹی میں پروفیسر ہیں، خاندانی منصوبہ بندی کے شرعی جواز پر تفصیلی بحث کی ہے۔

انہوں نے کثرت اولاد کے مسئلہ پر توجہ صرف کی ہے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام کیفیت کو کثرت پر ترجیح دیتا ہے۔ نیز یہ کہ آج مسلم دنیا کو آبادی کی کمی کی شکایت نہیں ہے، بلکہ وہ جفاکش مسلمانوں کی کمی محسوس کرتی ہے۔

ڈاکٹر موصوف مسلمانوں کی کیفیت وصفات کو بہتر بنانے کے لیے غیر مشروط طور پر خاندانی منصوبہ بندی کی اجازت دیتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے مزید کہا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے حامیوں کا یہ استدلال ہے کہ جب قیامت تک آنے والی انسانی روحوں کی تخلیق ہو چکی ہے تو یہ بات قرین قیاس ہے کہ جن روحوں کو خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعہ وجود میں آنے سے روک دیا گیا ہے، وہ روحیں، ان روحوں میں شامل نہیں ہیں، جن کی بالفعل (خدائی ارادہ سے) تخلیق کی جا چکی ہے، چنانچہ ان روحوں کے (جنہیں خاندانی منصوبہ بندی نے دنیا میں آنے سے روک دیا ہے) مقدر میں

دنیا میں آنا نہیں تھا۔(۴۰)

## ۱۰۔ شیخ عبدالعزیز عیسیٰ، الازہر(۱۹۸۷ء):

مصر کے سابق وزیر برائے امور ازہر اور اکیڈمی برائے اسلامی تحقیقات کے ممبر جناب شیخ عیسیٰ نے ''اسلامی فقہ میں خاندانی منصوبہ بندی'' کے نام سے اٹھائیس صفحے کا ایک کتابچہ لکھا ہے، یہ کتابچہ دراصل ان کے چند لیکچرز کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے ازہر یونیورسٹی میں زیر تربیت ڈاکٹروں کے سامنے دیئے تھے۔اس کتابچے کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اسلام بلند صفات بچوں کو دیکھنا چاہتا ہے، ایک نامراد بھیڑ کو نہیں، جو کثرت کے باوجود کمزور و ناتواں ہے۔خاندانون پر بچوں کے حقوق کو پورا کیا جانا ضروری ہے اور وہ ہیں عمدہ، باصلاحیت، عمدہ تربیت یافتہ بچوں کی ولادت، اس بلند مقصد کو ولادت کے طریق کار کو منظم کرنے ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔''انسانی نسل کی تعداد کو بڑھانے سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کثرت کو سوسائٹی پر اقتصادی بوجھ بھی نہیں ہونا چاہیے''۔(مسلمانوں کو ایسے بلند اخلاق کا مالک ہونا چاہیے)۔کہ آنحضرت ﷺ ان پر قیامت کے دن فخر کر سکیں۔بچوں کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ بچوں کے لیے جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے سونے کے لیے الگ الگ انتظامات ہونے چاہئیں، غریب خاندان، جو زیادہ بچے رکھتے ہیں، اس امر کو (سونے کے الگ الگ انتظامات) مشکل ہی سے پورا کر سکتے ہیں، بعض لوگ قرآن مجید کی اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں، جس میں آیا ہے کہ ''تم اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو لیکن یہ چیز خاندانی منصوبہ بندی سے الگ چیز ہے۔جس میں کسی وجود کو قتل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (۴۱)۔

## ۱۱۔ شیخ الازہر شیخ حسن مامون:

قاہرہ کے ایک اخبار ''الیوم'' میں ۲۲ اگست ۱۹۶۴ء کے مطابق شیخ نے یہ فتویٰ دیا ہے:

''خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر صاف اور واضح ہے، لیکن جو چیز آپ اور دوسرے بہت سے لوگوں کے لیے موجب حیرت ہے وہ ہے ہمارا روایتی تاثر کہ اسلام تولید (ولادت) اور کثرت کی دعوت دیتا ہے۔اور شادی کے لیے جوان آدمیون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ آدمی زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرے، جو شوہر سے محبت بھی کرتی ہو۔اس قسم کے تاثر سے لوگوں کے دماغوں میں یہ خیال ابھرتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی نظریہ نہیں۔''

''لیکن ہم اس موضوع پر ایک دوسرے زاویہ سے بحث کر سکتے ہیں۔اس فتویٰ کے پیچھے

کام کرنے والی حکمت اور اس جائز بھلائی کا جو ہمارا مقصد ہے، احساس ہونا چاہیے۔ اس حکمت عملی اور بھلائی کے پیش نظر یہ کہا گیا کہ پیدائش اور کثرت کی ترغیب دینا ضروری ہے۔' یہ اس لیے تھا کہ اسلام اپنی ابتدائی حالت میں مکہ کی مشرک سوسائٹی میں ایک اجنبی اور مسافر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے پیروکار جارحیت اور تشدد پسند، مال دار اور اجتماعی طور پر با اثر لوگوں میں قطعی اکثریت کے مقابلہ میں کمزور اور تھوڑے تھے۔ مسلمانوں کی بھلائی کا یہ تقاضا تھا کہ مسلمانوں کو اپنی تعداد کو بڑھانے کی دعوت دی جائے تاکہ مسلمان وقت آنے پر اسلام کے دفاع میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں اور طاقت ور اور کثیر التعداد دشمنوں کے مقابلہ میں. جو اسلام کے لیے خطرہ تھے، اللہ کے دین کی حفاظت کر سکیں۔''

''لیکن آج ہم حالات کو بدلا ہوا پاتے ہیں۔ آج ہم دنیا کی گنجان آبادی کو نوع انسانی کے معیار زندگی کے لیے اس حد تک خطرہ تصور کرتے ہیں کہ ہر ملک کے اہل فکر نے خاندانی منصوبہ بندی کو پسند کیا ہے تاکہ انسان کے وسائل (معیشت) کے لوگوں کو ایک باوقار زندگی کا تحفظ دینے میں ناکام نہ ہو جائیں۔ (۴۲)

''اسلام ایک دین فطرت کی حیثیت سے انسان کی بھلائی کا کبھی بھی مخالف نہیں رہا۔ بے شبہ اس بھلائی کے حصول میں کی جانے والی ہر سعی و کاوش میں اسلام پیش پیش رہا، بشرطیکہ اس بھلائی کا خدائی قانون کے مقصد سے ٹکراؤ نہ ہو۔

## خلاصہ بحث:

الغرض جدید علماء اور فقہاء کی بہت بڑی تعداد یہ موقف رکھتی ہے کہ آبادی کی کثرت ترقی پر اثر انداز ہوتی ہے اور یہ کہ اسلام بھی اولاد کی کثرت کی بجائے اچھے اور صالح افراد بڑھانے پر زور دیتا ہے۔ ان علماء کی رائے میں شریعت کے نزدیک آبادی میں اضافہ کنٹرول کرنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں پر عمل کرنے کی اجازت ہے۔

## ۱۳۔ ثقافتی اور شماریاتی مطالعہ:

اس کے ساتھ ساتھ شماریاتی علوم نے (Demographic Sceiences) نے ہمیں بتایا ہے کہ ان معاشروں کی آبادی' جہاں باروری کی شرح بلند ہے اور شرح اموات (Deeling Mortality) زوال پذیر ہیں' تیزی سے بڑھتی ہے' اقوام متحدہ (۱۹۹۱ء) کی فراہم کردہ معلومات میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ مسلم آبادی دوسرے انسانی گروہوں کی بہ نسبت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ان

معلومات کی بناء پر ایک جائزہ میں کہا گیا ہے:

| ممالک | سالانہ شرح آبادی | دوگنی آبادی کی مدت |
|---|---|---|
| مسلم دنیا | ۳% | ۲۳ سال |
| پوری دنیا | ۱ء۷% | ۴۰ سال |
| جاپان اور یورپ | ۰ء۳ | ۲۳۰ سال |

۱۹۹۱ء میں مسلم دنیا کی آبادی ایک بلین اور بیس کروڑ بتائی گئی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آبادی آئندہ پچیس سال میں دوگنی سے بڑھ کر ۲ء۵ بلین تک پہنچ جائے گی، جواں سالی، بڑے خاندان کی روایات اور شرح اموات کے تنزل کی وجہ سے مسلم دنیا کی آبادی برابر بڑھتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ سخت خاندانی منصوبہ بندی کے باوجود موجودہ شرح پیدائش کی رفتار اکیسویں صدی میں بھی شرح پیدائش کی متوازن سطح سے بھی بلند ہی رہے گی۔

ان لوگوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی آبادی کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ کثیر ہوگی، لیکن غیر مؤثر اور خطرات کا نشانہ بنے گی، اپنے دشمنوں سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں ہوگا، چنانچہ آنحضرت ﷺ کی نگہ پاک و بلند میں پسندیدہ اور اسلامی آبادی بننے کے لیے اس کثرت کو سختی سے کچھ تقاضے پورے کرنے ہوں گے، یہ کون سے تقاضے ہیں؟ جو درج ذیل ہیں:

۱۔ بلند اخلاقی کردار

۲۔ تسلیم شدہ سائنسی علوم میں زبردست مہارت

۳۔ دنیا میں سیاسی نیک نامی، جو دشمنوں کے خلاف ڈھال ہوگی

۴۔ خرید کی بجائے پیداوار میں اضافہ (بین الاقوامی قرضوں سے آزادی)

۵۔ مسلم ممالک میں اگر سر دست باہم مکمل اتحاد و تعاون مشکل ہے، تو کم از کم باہمی چپقلش، تصادم یا جنگ سے یک قلم اجتناب ضروری ہے۔

۶۔ کثرت (آبادی) ماؤں اور بچوں کے لیے مصائب کا موجب نہ بنے۔ (۴۳)

## ۲۔ قدامت پرست علماء اور ان کا مسلک

ان جدت پسندوں کے مقابلے میں علمائے کرام اور اہل دانش کا دوسرا گروہ ایسا ہے، جو ’’انسانی آبادی‘‘ کو روکنے کا سخت مخالف ہے اور ان کے خیال میں یہ تحریک مخصوص مغربی مقاصد کے تحفظ کی تحریک ہے، اس لیے کہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ’’ضبط ولادت‘‘ یا فیملی پلاننگ کی موجودہ تحریک مغربی اثرات کے تحت پیدا ہوئی ہے، اور اس تحریک نے دوسری جنگ عظیم کے بعد جنم لیا اور اس

وقت سے اسے اقوام متحدہ کی سرپرستی حاصل ہے، اسی لیے اسلامی ممالک میں تمام تر کوششوں اور کاوشوں کے باوجود، اس کی مخالفت میں کمی نہیں ہوئی۔

اصولی طور پر یہ مسئلہ عہد صحابہ، بلکہ عہد نبوی سے ہی اختلافی تھا۔ احادیث نبویہ میں اجازت کے ساتھ ساتھ، اس کی ممانعت بھی ملتی ہے، اس لیے ہر دور کے فقہائے کرام کے ہاں اس کے متعلق دو آراء موجود ہیں۔

پھر موجودہ تحریک چونکہ ''مغرب نے شروع کی اور اس کے پیچھے مادر پدر آزادی اور بچے پیدا نہ کرنے اور جنسی لذتوں میں زندگی گزارنے وغیرہ کے جذبات کارفرما ہیں، اسی لیے اسلامی دنیا میں، اس تحریک کے متعلق ابھی تک شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ بہر حال ''ضبط ولادت'' کو ایک ادارے اور ایک مستقل انداز فکر بنانے کی مخالفت کرنے والے علمائے کرام کے دلائل اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں:

## (الف) قرآنی تعلیمات:

### (الف) انسان کی آبادکاری اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا نتیجہ ہے:

قرآن کریم کی رُو سے حضرت انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے عمل میں آئی ہے اور اس کے پیچھے باری تعالیٰ کی دنیا کو آباد کرنے کی زبردست حکمت عملی کارفرما ہے، فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (۴۴)

اور یاد کر جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا: ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔''

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ اسے زمین پر اللہ تعالیٰ نے آباد کیا، ارشاد ہے:

ھُوَاَ نْشَاَکُمْ مِنَّ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَ کُمْ فِیْھَا (۴۵)

وہی ہے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور پھر تمہیں اس میں آباد کیا۔

دنیا کی موجودہ آبادی نسل انسانی کی ارتقائی شکل ہے، ہر دور میں انسانوں کی تخلیق بذریعہ توالد وتناسل جاری رہی۔ جس سے موجودہ صورت حال دیکھنے میں آرہی ہے، قرآن کریم میں ہے:

یَاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْراً وَّنِسَآءً .(۴۶)

اے افراد نسل انسانی! اپنے پروردگار (کی نافرمانی کے نتائج) سے ڈرو، وہ پروردگار جس نے تمہیں اکیلی جان سے پیدا کیا' (یعنی باپ سے پیدا کیا) اور اسی سے اس کا جوڑا بھی پیدا کر دیا' پھر ان دونوں کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد دنیا میں پھیلا دی۔

## (ب) انسانوں کی موجودہ آبادی میں انبیائے کرام کا حصہ:

انسانوں کی اس آبادی میں اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ نبیوں نے بھی پورا پورا حصہ ادا کیا ہے اور وہ بھی بیوی بچوں والے تھے، قرآن کریم میں ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّۃً (۴۷) اور ہم نے آپ سے پہلے بھی قوموں میں (بے شمار) پیغمبر بھیجے اور (وہ تیری ہی طرح انسان تھے) ہم نے انہیں بیویاں بھی دی تھیں اور اولاد بھی۔

## (ج) کثرت اولاد رحمت ہے اور کمی عذاب الٰہی:

چنانچہ قرآن میں صراحت کے ساتھ کثرت اولاد کو رحمت قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو اللہ کا انعام یاد دلایا:

وَاذْکُرُوْا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَّرَکُمْ (۴۸) اللہ کا احسان یاد کرو کہ تم بہت تھوڑے تھے، اس نے (امن و عافیت دے کر) تمہاری تعداد زیادہ کر دی۔

اگر کثرت انسان کا آخری مقصد نہ ہوتی، تو اسے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور انسانی جماعت کے لیے ایک عطیہ قرار نہ دیا جاتا۔

اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اَمَدَّکُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ (۴۹) اللہ تعالیٰ نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد کی ہے۔

قرآن کریم میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر ناراض ہوتا ہے، تو اس کے ہاں بچوں کی افزائش کو روک دیتا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر، اللہ تعالیٰ نے دوسرے عذابوں کے علاوہ، اولاد کی کمی کا عذاب بھی نازل کیا تھا، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے، دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا تھا:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَ یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ (۵۰) اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے مینہ برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بحیثیت مجموعی افزائش نسل کا ہونا اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اور اس میں کمی یا بندش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب ہے۔

## ۳۔ نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ

دنیا کی آبادی، خصوصاً مسلمانوں کی زیادہ آبادی کے حق میں، قرآن مجید کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے، نبی اکرم ﷺ کی ان احادیث مبارکہ کو درج ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) زیادہ اولاد پیدا کرنے کی ترغیب:

مثلاً ارشاد نبوی ہے:

تزوجوا الولود الودود فإني مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ. (۵۱) زیادہ محبت کرنے اور بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو، اس لیے کہ میں قیامت کے دن دوسری قوموں کے سامنے تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

دوسری روایت میں ہے:

تناکحوا تکاثروا فانی اباھی بکم یوم القیامۃ (۵۲) نکاح کرو اور زیادہ اولاد پیدا کرو، اس لیے کہ قیامت کے دن میں تمہاری وجہ سے دوسری قوموں پر فخر کروں گا۔

اسی طرح مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خادم حضرت انس بن مالکؓ کو دعا دیتے ہوئے کہا تھا:

اللھم اکثر مالہٗ و ولدہ (۵۳) خدایا! انس کو بہت سی دولت اور بہت سی اولاد عطا فرما۔

اس قسم کی پیغمبرانہ دعائیں صرف اسی وقت دی جاتی ہیں، جب کوئی چیز بذات خود اچھی اور قابل ترجیح ہو۔ چونکہ یہ دعائیں آنحضرتؐ سے مروی ہیں، اس لیے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آنحضور ﷺ کی یہ دعائیں کثرت اولاد کی حامی رائے کی صحت کی توثیق کر رہی ہیں۔

ان حضرات نے مزید کہا ہے کہ ان نصوص (روایات) میں دراصل آنحضرت ﷺ کی طرف سے مسلمانوں کو دعوت دی گئی ہے، کہ وہ اپنے بچوں کی تعداد بڑھائیں اور دوسری قوموں سے بازی لے جائیں۔

(ب) زیادہ بچے پیدا کرنے والی بیوی کو ترجیح دو

اسی طرح مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بانجھ عورت کی بہ نسبت اس عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دی ہے، جو زیادہ بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اوپر گزر چکا ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو۔ اسی طرح حضرت معقل بن یسار کی ایک روایت میں ہے:

''ایک آدمی رسول اکرمؐ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! مجھے ایک حسب ونسب والی اور مال دار عورت ملی ہے، لیکن وہ بچے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ کیا میں اس سے شادی کرلوں؟ آنحضرت ﷺ نے اسے شادی کرنے سے روک دیا۔ وہ آدمی دوبارہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے پھر اسے روک دیا، پھر جب وہ تیسری بار آپؐ کے پاس آیا، تو آپؐ نے فرمایا: تم محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو، اس لیے کہ میں تم پر قوموں کے سامنے فخر کرنے

والا ہوں۔"(۵۴)

## (ج) عزل کی ممانعت

اسی طرح رحمت عالم ﷺ سے بچے پیدا کرنے کی تدبیر کے طور پر عزل کا طریقہ اپنانے کی ممانعت بھی فرمائی ہے۔ایک صحابیہ جذامہ بنت وھب رضی اللہ عنھا سے روایت ہے:

حضرت رسول اللہ ﷺ فی اناس ثم میں دوسرے لوگوں کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت
سألوہ عن العزل فقال رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوئی، پھر لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے عزل کے متعلق
ذالک الوادالخفی (۵۵) پوچھا، تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ بچے کو خفیہ طریقے سے زندہ درگور
کرنا (الوادالخفی) ہے

اسی طرح اوپر حضرت ابو سعید الخدریؓ کے حوالے سے یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے جب عزل کے متعلق سوال کیا گیا، تو آنحضور ﷺ نے فرمایا: تم پر کیا بار ہے، اگر تم ایسا نہ کرو (اس لیے) کہ جو روح قیامت تک آنے والی ہے، وہ ضرور آ کر رہے گی (۵۶)۔

## ۴۔ علماء کے انفرادی اور اجتماعی فتاوٰی:

قرآن وسنۃ کے ان ٹھوس، واضح اور دوٹوک دلائل کی روشنی میں بہت سے علمائے کرام نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر منصوبہ بندی کے طریقوں کو اپنانے کی ممانعت کی ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ تحریک مکمل طور پر مغربی زمین کی عکاسی کرتی ہے۔چند جید علمائے کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

### ۱۔ شیخ ابوزہرہ (م ۱۹۷۴ء):

شیخ محمد ابوزہرہ، مصر کے ایک بہت عالم، محقق اور علوم اسلامیہ وشریعت اسلامیہ پر بڑا عبور رکھنے والے بزرگ تھے، انہوں نے اسلامی قوانین شریعت پر بہت سی کتابیں، مرتب اور مدون کیں۔ وہ قاہرہ یونیورسٹی میں "کلیۂ شرعیہ" میں پروفیسر رہے، انہوں نے ۱۹۶۲ء میں مصر کے ایک پرچے "لواء الاسلام" میں خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف ایک سخت تنقیدی مضمون بعنوان: "تنظیم الاسرۃ" لکھا۔شیخ نے اپنے مقالے کے آغاز میں قرآن مجید کی ان آیات کا حوالہ دیا ہے، جن میں افلاس اور غربت کے ڈر سے بچوں کو قتل کرنے سے ممانعت کا ذکر ہے۔قرآن میں آتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ یعنی اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں
نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاهُمْ (۵۷) روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے۔

مزید فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئاً كَبِيْراً (۵۸) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو ہم ہی انہیں بھی اور تمہیں بھی روزی دیتے ہیں۔

شیخ ابوزھرہ نے ''قتل'' کے تحت ''واد'' (زندہ درگور کرنے) اور اسقاط حمل کو بھی شامل کیا ہے، کیونکہ ان دونوں میں (واد اور اسقاط حمل میں) انسانی وجود کا قتل ہوتا ہے، جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اگر یہ لوگ واقعی خدا پر یقین رکھتے، تو یہ اپنی نسل کو باقی رکھتے اور اللہ سے ان کی امداد کی امید رکھتے تو وہ ایسا نہ کرتے۔ شیخ موصوف اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن مجید کا اسلوب یہ بتاتا ہے کہ مفلسی کے ڈر سے نس بندی یا کسی بھی ذریعہ سے ضبط ولادت حرام ہے۔ شیخ ابوزہرہ نے دو احادیث: ''شادی کرو اور زیادہ اولاد پیدا کرو'' اور ''زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ مسلمانوں سے کثرت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ شادی کا بنیادی مقصد فقہاء کے اجماع کی رو سے بچوں کی ولادت ہے۔

اس موضوع پر لکھتے ہوئے شیخ نے مزید لکھا ہے: ''ہمیں پرانے وقتوں سے ایسے لوگ ملتے ہیں جنہوں نے منع حمل کی جسارت کی''۔ یہ بات خود آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں بھی دیکھنے میں آئی جب یہودی عزل پر عمل کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ چاہتا ہو تو وہ (یہودی) کسی حمل کو روک نہیں سکتے''۔ اس حدیث سے شیخ صاحب نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عزل کو پسند نہیں فرمایا۔ شیخ نے مزید لکھا ہے کہ یہ طریقہ یہودیوں سے مسلمانوں میں پھیلا ہے۔ اسی لیے چند مسلمانوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ''ہم آنحضرت ﷺ کے عہد میں عزل پر عمل کیا کرتے تھے''۔ شیخ کی یہ رائے ہے کہ مسلمان عزل پر عمل کرتے تھے اور آپس میں بحث و مباحثہ بھی۔ یہ ایک منطقی بات تھی، لیکن انہوں نے اس امر سے آنحضرت ﷺ کو آگاہ نہیں کیا تھا۔

شیخ نے مزید کہا ہے کہ فقہاء کا فرض ہے کہ وہ عزل کو قابل معافی چیزوں کی فہرست میں رکھیں، اس کی اجازت ایک استثنائی واقعہ ہے۔ ایسے ہی ضبط ولادت کو ذاتی وجوہ کی بنا پر انفرادی سطح پر روا رکھا گیا ہے۔ شیخ نے اس انفرادی سطح پر مزید پابندی لگاتے ہوئے کہا ہے:

۱۔ جب بیوی بہت زیادہ بیمار ہو اور بار بار حمل کی استطاعت نہ رکھتی ہو، ایسی صورت میں ضبط ولادت جائز ہے، بشرطیکہ ایک با اعتبار مسلمان ڈاکٹر اس کا مشورہ دے۔

۲۔ اگر میاں یا بیوی کسی خاندانی مرض کا شکار ہوں اور انہیں ڈر ہو کہ یہ مرض بچے تک منتقل ہو جائے گا۔ اس صورت میں بھی مرد ولادت کے عمل کو روک سکتا ہے۔

شیخ ابوزہرہ نے اپنے مضمون میں اس بات پر زور دیا ہے کہ بچے انسانی دولت ہیں اور قومی ترقی کا سرچشمہ۔ اس لیے ان کی تعداد کو کم کرنے کی بجائے بڑھانا چاہیے۔ شیخ موصوف نے آخر میں لکھا ہے کہ ضبط ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی کی دعوت اپنی اصل اور اپنے نتیجہ کے اعتبار سے ''غیر ملکی'' ہے(۵۹)۔

## ۲۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم:

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (م ۱۹۷۹ء) پاکستان کے ایک معروف عالم دین اور جدید مسائل پر بڑا عبور رکھنے والے بزرگ تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''ضبط ولادت کی تحریک'' میں خاندانی منصوبہ بندی پر بڑی سخت تنقید کی ہے اور اُسے مکمل طور پر مغربی سامراج کی ایک سازش قرار دیا ہے، اس کتاب میں کہا گیا ہے:

۱۔ یہ کہ فیملی پلاننگ کی موجودہ تحریک کافی حد تک اسلام کے خلاف ایک سازش ہے۔

۲۔ ترقی پذیر ملکوں میں برتھ کنٹرول کی درآمد کا مطلب یہ ہے کہ ان ملکوں میں اخلاقی بحران کی راہ ہموار کی جارہی ہے، اس اخلاقی انحطاط کا دائرہ خاندان کی شکست وریخت سے لیکر جنسی بے راہ روی اور جنسی بیماریوں تک پھیلا ہوا ہے۔

۳۔ عورتیں لیبر فورس میں شامل ہونے کے لیے آزاد ہوں گی، اس طریقے سے وہ اپنے روایتی کردار کو چھوڑ دیں گی۔

مولانا نے لکھا ہے کہ ''جو لوگ ضبط ولادت کررہے ہیں، وہ اپنی بدبختی و بربادی میں ان لوگوں سے پیچھے نہیں، جو اپنے بچوں کو قتل کرتے ہیں، مولانا نے اپنے بیان کی تائید میں سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۴۰ کا حوالہ دیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے، جو اپنی اولاد کو جہالت سے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے روزی پیدا کی ہے، اُسے اللہ پر بہتان طرازی کرتے ہوئے انہوں نے حرام ٹھہرالیا ہے(۶۰)۔

مولانا نے خاندانی منصوبہ بندی کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں ردوبدل اور تبدیلی قرار دیا ہے، جس کی قرآن کریم میں سخت ممانعت آتی ہے اور اُسے شیطان سے منسوب عمل قرار دیا ہے(۶۱) اسی طرح مولانا نے قرآن مجید کی آیت مبارکہ:

نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ (۶۲) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں، تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو، جاؤ۔

سے بھی استدلال کیا ہے اور لکھا ہے کہ آیت مبارکہ عزل یا خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف

ہے،......مولانا نے اپنی کتاب کے ساتھ بہت سے نقشے اور اعداد وشمار بھی دیئے ہیں، جنہیں پروفیسر خورشید احمد نے مرتب کیا ہے(۶۳)۔

### ۳۔ ڈاکٹر سعید رمضان البوطی:

ڈاکٹر سعید رمضان بھی، عہد حاضر کے ممتاز اور نامور ماہرین شریعت میں سے ہیں، انہوں نے اس عنوان پر ۱۹۷۰ء میں قلم اٹھایا،......انہوں نے مختلف وجوہ اور متعدد اسباب کے تحت اگرچہ عزل کی اجازت دی ہے، البتہ اُسے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے،......تاہم انہوں نے ''نس بندی'' کو مکمل طور پر ناجائز اور اُسے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر وتبدل قرار دیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ نس بندی سے مرد کی جنسی قوت اور خاتون کی بچے پیدا کرنے کی اہلیت متاثر ہوتی ہے، لہٰذا یہ درست اور جائز نہیں ہے، اسی طرح انہوں نے اسقاط حمل کو بھی مکمل طور پر ناجائز کہا ہے(۶۴)۔

### ۴۔ اکیڈمی برائے تحقیقات اسلامی:

اکیڈمی برائے تحقیقات اسلامی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۹۶۵ء میں خاندان کی تشکیل اور خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق مسائل پر گفتگو کی اور یہ فیصلہ دیا:

۱۔ اسلام اس بات کو پسندیدہ امر گردانتا ہے کہ بچوں اور نسل کی تعداد میں اضافہ ہو۔ ہاں! یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ کثرت، اجتماعی، اقتصادی اور فوجی طور پر اسلامی قوم کے لیے طاقت کا باعث بنے، اور اس کی نیک نامی میں اضافے کا سبب ہو۔ نیز یہ کہ یہ کثرت اسے (مسلم قوم کو) ناقابل تسخیر بہادر قوم میں بدل دے۔

۲۔ جہاں ذاتی ضرورت خاندانی منصوبہ بندی کو ضروری اور قطعی قرار دیتی ہے، جوڑے (میاں بیوی) اپنے ضمیر اور اپنے مذہبی شعور کے مطابق عمل کرنے میں آزاد ہیں۔

۳۔ شرعی قانون ایسے احکام کو جاری کرنے کی ممانعت کرتا ہے، جو لوگوں کو بچے نہ پیدا کرنے پر مجبور کرتا ہو، خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو۔

۴۔ بچوں کی تعداد کو محدود کرنے کے لیے اسقاط حمل یا اسی مقصد کے لیے ایسے وسائل کا استعمال جو غیر زرخیزی پر منتج ہو، شرعی حکم کی رو سے ممنوع اور حرام ہے(۶۵)۔

### ۵۔ مجمع الفقہ الاسلامی، مکہ مکرمہ:

مجمع الفقہ الاسلامی، امت کے ان اداروں میں سے ہے، جو جدید مسائل پر غور وفکر کر کے ان کا موزوں اور مناسب حل تجویز کرتے ہیں،......اس ادارے کے اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۸۷ء میں کونسل نے درج ذیل سفارش کی:

''مجمع الفقہ الاسلامی (کونسل) کے اراکین نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خاندانی منصوبہ ناجائز ہے، ایسے ہی عزل بھی حرام ہے اگر اُسے احتیاج کے ڈر سے اختیار کیا گیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو روزی فراہم کرتا ہے، ایسے ہی عزل کو دوسرے حقائق کی بنیاد پر بھی اسلامی شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے، ہاں اگر عزل کو اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ ماں کی زندگی خطرہ میں ہے کہ وہ بچے کو عام حالات میں جنم نہیں دے سکتی، سوائے اس کے کہ وہ اوپریشن کے عمل سے گزرے ایسی صورتوں میں عزل کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ ان وجوہ کی بنا پر شریعت نے خاندانی منصوبہ بندی کی یا عمومی طور پر عزل کی دعوت کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ (منصوبہ بندی یا عزل) ایک بڑا گناہ ہے''(٦٦)۔

## ٦۔ بنجل یا بنجول کانفرنس (سب صحارا، افریقہ):

۱۹۷۹ء میں گمبیا کے شہر بنجل (Banjul) میں اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی کے عنوان پر ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی، اس کانفرنس نے اگرچہ مجموعی طور پر خاندانی منصوبہ بندی اور عزل کے طریقے کا استعمال جائز قرار دیا گیا، لیکن اس کانفرنس میں گنی کے وفد نے جو خیالات پیش کیے، وہ کانفرنس کے مجموعی ماحول سے مختلف تھے، انہوں نے بیان کیا:

''کانفرنس میں گنی کے وفد نے رابطہ عالم اسلام کی ایک کونسل کا بیان پڑھ کر سنایا، جس میں خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ اسلامی مذہب، انفرادی آزادی اور انسانی حقوق کے خلاف ایک حملہ ہے۔ وفد نے مزید کہا کہ گنی کی پارٹی اور حکومت عام خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف ہے اور خاندانی منصوبہ بندی کی حمایت میں کوئی قانون نہیں بنائے گی، اس وفد نے اپنے بیان میں آگے چل کر کہا کہ ان کی حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ وہ شرح پیدائش کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور آدمی کو یہ موقعہ فراہم کرتی ہے کہ وہ آزادی اور وقار کے ساتھ رہ سکے، وفد نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ افریقہ کے پاس غیر محدود وسائل ہیں، جنہیں ایک بڑی آبادی ہی کام میں لا سکتی ہے''(٦٧)۔

## ۷۔ ڈیموگرافی (Demography)

ضبط ولادت یا برتھ کنٹرول یا زیادہ آبادی کو ترقی کے لیے ضروری قرار دینے والے لوگ ڈیموگرافی سے بھی استدلال کرتے ہیں، اس حوالے سے ان علمائے کرام نے ڈیموگرافی کے

حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس حوالے سے جو مفروضے پیش کیے جاتے ہین، وہ تمام کے تمام باطل ہیں اور محض اہل مغرب کی اختراع ہیں، چنانچہ ایک بزرگ ڈاکٹر سعید رمضان بوطی نے اس حوالے سے بھی جدت پسندوں کے دعووں کی تردید کی ہے، انہوں نے اپنی کتاب ''مسئلہ'' میں نہ صرف مذہبی پہلو سے فیملی پلاننگ کی مخالفت کی ہے، بلکہ اُسے ڈیموگرافی کے حوالے سے بھی غلط قرار دیا ہے، انہوں نے ان اہل علم پر تنقید ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلم دنیا کی آبادی، ترقی یافتہ مما لک کی بہ نسبت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جاپان میں شرح آبادی میں اضافہ کی رفتار مسلم مما لک کی رفتار سے تیز ہے۔ بے شبہ جاپان بہت گنجان آبادی کا ملک ہے، انہوں نے مزید لکھا ہے کہ مسلم مما لک میں آبادی میں اضافہ کی شرح پیدائش فی ہزار اور شرح اموات فی ہزار کے فرق کو جاننے اور پورے دس فیصدی پر تقسیم کرنے سے لگایا جاتا ہے، مثلاً مسلم دنیا کی آبادی میں اضافہ ۴۲ فی ہزار ہے، جبکہ شرح اموات ۱۲ فی ہزار ہے۔ دونوں (شرح پیدائش اور شرح اموات) میں فرق ۳۰ فی ہزار ہے، چنانچہ طبعی اور حقیقی اضافہ ۱۰/۳۰، ۳ فیصد ہے (۶۸)

۸۔ اقتصادی پس منظر:

مذہبی اور خاندانی پس منظر کی طرح اس مسئلے کا اقتصادی پس منظر بھی اس کی تائید کرتا ہے، چنانچہ اقتصادی پہلو سے بچے والدین کی ایک قیمتی پونجی ہیں۔ خاص طور پر قدامت پسند معاشروں میں جہاں کہ بچوں کی نشو ونما پر بہت کم خرچ اٹھتا ہے۔ ان معاشروں میں بچے ابتدائی عمر ہی سے کام کرنا شروع کر دیتے ہیں اور خاندان کی آمدنی میں اضافہ کا موجب بنتے ہیں۔ اب پوری دنیا میں یونیورسٹی کی تعلیم اور فنی تربیت کے رواج کی وجہ سے صورت حال بدل رہی ہے، بچے والدین کے لیے بڑھاپے، بیماری اور بے روزگاری کے زمانے کے لیے سماجی ضمانت کا ایک لانیفک نظام ہیں۔

عصر حاضر میں بچوں کی کثرت اور غربت کو لازم وملزوم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ بات مکمل طور پر مشاہدے کے خلاف ہے، اس وقت بھی پاکستان سمیت ترقی پذیر ملکوں کی اکثر آبادی دیہاتوں میں رہائش پذیر ہے، جہاں زندگی انتہائی سادہ اور تعیّشات سے مبریٰ ہے، یہاں عموماً اولاد کی کثرت کو مالی اور اقتصادی پہلو سے مفید سمجھا جاتا ہے، بچے کم ہوں تو آمدن کم ہوتی ہے اور بچے زیادہ ہو جائیں تو ہر بچہ کچھ نہ کچھ کما کر لاتا ہے اور پھر تعلیم وتربیت پر معمولی خرچ اٹھتا ہے۔ اس لیے زیادہ بچے والے لوگ اقتصادی اعتبار سے مضبوط تصور ہوتے ہیں، اس لیے بنیادی طور پر یہ فارمولا غلط ہے کہ جس گھر میں بچے زیادہ ہوں، اس گھر میں ہمیشہ

غربت کا راج رہتا ہے، جس طرح یہ بات درست نہیں ہے کہ جس گھر میں کم بچے ہوں، اس گھر میں ہمیشہ امارت رہتی ہے۔

## ۹۔ اجتماعی اور نفسیاتی پس منظر

اس کے ساتھ ساتھ اس مسئلے کا اجتماعی اور نفسیاتی پس منظر بھی، اس کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ نفسیاتی اور اجتماعی طور پر:

۱۔ بچے والدین کے لیے حقیقی مسرت کا باعث ہیں، جن سے ماں کی مامتا اور باپ کی شفقت سے فطری جذبے کی تسکین ہوتی ہے۔

۲۔ قدامت پسند معاشروں میں بڑے خاندان کا ہونا فخر کی بات تصور کیا جاتا ہے، ان معاشروں میں تعداد کو طاقت کے ہم معنی قرار دیا جاتا ہے۔ اس تخیل کا سرچشمہ دراصل وہ قبائلی تصورات و اعتقادات ہیں، جو بہت سی اولاد کو، خاص کر بیٹوں کو، خاندانی دولت، جائداد، وقار اور اجتماعی رسوم کے لیے ضروری گردانتے ہیں۔

۳۔ بچوں کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ بیوی بارور ہے اور خاوند طاقت ور ہے۔

## ۱۰۔ ماحولیاتی پس منظر

اس صدی کے نصف تک مسلم معاشرے صدیوں سے بڑی تعداد میں بچوں کی موت کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ اس لیے اس بات کی توقع عین قرین قیاس ہے کہ عورتیں زیادہ سے زیادہ بچوں کو (مثلاً آٹھ بچے) اس امید پر جنم دیں کہ ان میں سے دو ایک تو ضرور بیماریوں کے چنگل سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ شرح حمل میں اضافے کی خواہش کے، جسے آبادیاتی شماریات کے علماء ''بچے کی بقا کا مفروضہ'' کہتے ہیں، مندرجہ ذیل محرکات ہو سکتے ہیں:

۱۔ خاندان میں بچوں کی بالفعل اموات

۲۔ جن معاشروں میں بچوں کی شرح اموات زیادہ ہے، وہاں سوسائٹی میں عام مروجہ طریقے کو اختیار کرنا، ایک اجتماعی محرک ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے مسلم علاقوں میں مثلاً افغانستان، فلسطین، عراق، مقبوضہ کشمیر میں جنگ کے سے حالات ہیں اور اموات کی شرح بہت زیادہ ہے، اس لیے بھی ان خطوں کے لوگ اپنی ترقی اور کامیابی کے لیے اولاد کی زیادہ پیدائش کو ضروری تصور کرتے ہیں۔

## حرف اختتام:

دونوں طرح کے دلائل پر ایک نظر ڈالنے سے درج ذیل امور کی اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے:

(۱) آبادی اور ترقی میں لازم وملزوم کا تعلق ہے، لیکن یہ بات ہمیشہ اور ہر جگہ درست نہیں ہے کہ آبادی کی کثرت سے غربت اور افلاس جنم لیتا ہے، دنیا میں ترقی کے لیے محض اولاد میں کمی کے علاوہ بھی کئی امور مطلوب ہوتے ہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے بجا طور پر کہا ہے ؎

سبب کچھ اور ہے جسے تو سمجھتا ہے زوال بندہ مومن کا بے زری سے نہیں۔

دنیا میں ترقی کرنے اور ترقی کی شاہراہ پر کامیابی سے اپنا سفر طے کرنے کے لیے تعلیم و تربیت اور اقتصادی اور فکری منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے ہمسائے میں چین اور روس کثیر آبادی پر مشتمل ہونے کے باوجود ترقی کی شاہراہ پر کامیابی سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں، جن کی وجہ یقیناً ان کی وہ اعلیٰ ترین تعلیمی اور اقتصادی منصوبہ بندی ہے۔

دراصل اس وقت ہماری اپنی کوئی سوچ اور فکر نہیں ہے، ہم جس طرح فوجی اور اقتصادی طور پر مغرب کے محتاج ہیں، اسی طرح ہم اپنے مسائل اور اپنے معاملات کے حل کے لیے بھی بدیسی خیالات وافکار کی پابندی پر مجبور ہیں۔

وطن عزیز کو معرض وجود میں آئے ۵۸ برس ہو چکے ہیں، مگر آج تک ہم نے نہ تو اپنے ماضی کی ناکامیوں کا تجزیہ کیا ہے اور نہ ہی مستقبل کے لیے کوئی ٹھوس، جامع اور مستحکم پالیسی ترتیب دی ہے، جو ہمارے مسائل کو موزوں طریقے پر حل کر سکے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے انفرادی سطح پر میاں بیوی کو باہمی رضامندی سے عزل کی اجازت دی ہے (اگرچہ بعض علماء نے اُسے مکروہ بھی قرار دیا ہے) (۷۰)، مگر اسلام نے کسی بھی طرح آبادی کو نجی طور پر یا معاشرتی طور پر انسانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار نہیں دیا۔ دراصل جن لوگوں کے بچوں کی ریڈیو اور ٹی وی میں تشہیر کے لیے مثالیں اور تصاویر جاری کی جاتی ہیں، یہ لوگ معاشرے کا وہ حصہ ہیں، جو اس وقت بھی غربت اور افلاس کی چکی میں پس رہے ہیں اور ان کے ہاں اگر دو یا تین یا چار بچے بھی ہوں گے، تب بھی ان کا وہی حال ہوگا، جو ان کے چھ یا آٹھ یا دس بچوں کا ہے۔

چونکہ ''ترقی'' کے لیے ہم نے جس بات کو اپنا ہدف (Target) بنا رکھا ہے اور اپنے سارے وسائل اور اپنی ساری توانائیاں اسی ''مصرف'' میں جھونک رکھی ہیں، اور بیرونی ملکوں سے ''امداد'' کے نام پر قرض لیکر اس مسئلے کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں، وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں قوموں اور ملکوں کی ترقی کا محور و مرکز نہیں ہے، بلکہ اپنی منزل سے دور ہٹانے کا سب سے خوب صورت

فریب ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی پر صرف ہونے والے مالی وسائل کو اگر ملک وقوم کی تعلیمی اور اقتصادی بہتری پر خرچ کیا جاتا، تو یقیناً اس کے اثرات موجودہ صورت حال سے مختلف ہوتے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے جواز کی پرزور حمایت اور وکالت کرنے والے حضرات جن مغربی اور مشرقی ملکوں کی مثالیں دیتے ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ وہاں اس طرح کے بے فائدہ محکمے قائم کر کے، ملکی وسائل کا بے دریغ ضیاع نہیں کیا گیا، بلکہ انہوں نے اپنی ساری توجہ تعلیم، صحت اور صنعتی واقتصادی ترقی پر مبذول رکھی ہے، جب ان ملکوں میں تعلیم عام ہوئی اور لوگوں کے اقتصادی وسائل بہتر ہوئے، تو انہوں نے بلا جبر و کراہ اور خارجی ترغیب وتحریص کے بغیر از خود بچوں کی پیدائش اور ان کی تعلیم وتربیت کو اہمیت دی، جس کے نتیجے میں ان ملکوں میں وہ فوائد حاصل ہوئے، جن کی ہمارے جیسے ملک محض مثالیں دی جاتی ہیں۔

# حواشی وحوالہ جات


(۱) القرآن الکریم، النساء (۱/۴)

(۲) ایضاً، بنی اسرائیل، (۱۷/۳۳)

(۳) ابن منظور، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، الطاعنو النشر و التوزیع، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء، ۵/۲۹۲؛ بذیل مادہ..........۔

(۴) لسان العرب، ۵/۲۹۲۔۲۹۴

(۵) بنی اسرائیل، ۱۷/۹۳

(۶) الزبیدی، تاج العروس، بذیل مادہ

(۷) الراغب الاصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، تحقیق ندیم مرعشلی، مکتبہ المرتضویہ لاحیاء الآثار الجعفریہ، تہران، بدون تاریخ، ص ۲۰۷، بذیل مادہ رقی

(۸) دیکھیے اشاریہ محمد فواد عبدالباقی: المفہرس الالفاظ القرآن الکریم، دارالباز مکہ مکرمہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، بذیل مادہ، عروج، فوز وفلاح

(۹) محمد ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، مطبوعہ دھلی ۱۹۵۳ء، ۲/۱۰۔

(۱۰) ولی الدین خطیب، مشکوۃ، ۱/۴۸۶، حدیث ۲۱۲۹، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور۔

(۱۱) محمد اقبال، ڈاکٹر: علم الاقتصاد، مطبوعہ اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۲۶۱۔

(۱۲) ایضاً......ص ۱۲

(۱۳) عبدالرحیم، اسلامی میراث میں منصوبہ بندی، اردو ترجمہ ومقدمہ ڈاکٹر رشید جالندھری، مطبوعہ لاہور، ص پ

(۱۴) النسآء، ۲/۳

(۱۵) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری مطبوعہ دھلی، ۱۹۵۳ء، ۲/۱۰ (تفسیر سورۃ النساء)

(۱۶) ایضاً۔

(۱۷) مسند احمد بن حنبل مطبوعہ عیسیٰ حلبی، قاہرہ ۱۳۱۳ھ (مسند عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ)

(۱۸) البخاری، الجامع الصحیح، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت لبنان، بدون تاریخ، ۵/۳۲۳، حدیث ۷۴۲ تا (کتاب الوصایا، باب ۲)

(۱۹) عبدالرحیم، اسلامی میراث، ص ۶۰، بحوالہ الطبرانی، الاوسط۔

(۲۰) ابوداؤد، السنن، ۴/۴۸۴، حدیث ۴۲۹۷، مطبوعہ دارالحدیث، بیروت لبنان، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء۔

(۲۱) البخاری، الجامع الصحیح، ۹/۳۰۵؛ کتاب النکاح (۶۷)، باب العزل (۹۶) ۵۲۰۸؛ حدیث ۲۰۸؛ مسلم، الجامع الصحیح، ۲/۱۰۶۵

(۲۲) مسلم، الصحیح ۲/۱۰۶۴، کتاب النکاح، باب ۲۲، حدیث ۱۴۳۹/۱۳۴۔

(۲۳) مسلم، ۲/۱۰۶۴، کتاب النکاح، باب حکم العزل (۲۲)، حدیث ۱۴۳۸/۱۳۳۔

(۲۴) البخاری، ۷/۴۲۸۔۴۲۹، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی المطلق، حدیث ۴۱۳۷۔

(۲۵) ابن حزم (م ۱۰۶۳ء)، المحلیٰ، قاہرہ ۱۳۵۲، طبع و تحقیق محمد منیر الدین دمشقی، ۱۰/۷۱۔

(۲۶) ابن القیم زاد المعاد، مطبوعہ عیسیٰ حلبی ۱۹۵۶ء، حلب، ۴/۱۶۔

(۲۷) ۲۳۔ مسلم، ۲/۱۰۴، کتاب النکاح، (۱۶)، باب حکم العزل (۲۲)، حدیث ۱۴۳۹/۱۳۴۔

(۲۸) البقرہ۔ ۲/۲۴۹

(۲۹) الغزالی، احیاء علوم الدین، ۲/۵۳ مطبوعہ البابی الحلبی قاہرہ، مع تحقیق، قاہرہ مطبوعہ المصر ب الازھریہ، حافظ عراقی۔

(۳۰) النووی، شرح مسلم، ۱۰/۹-۱۰، ۱۹۵۵ء

(۳۱) ابن ہمام، شرح فتح القدیر، ص ۲۰۳ مطبوعہ بولاق قاہرہ ۱۳۱۵ء۔

(۳۲) الباجی، المنتقی، ۴/۱۴۱-۱۴۳، بیروت ۱۹۶۰ء

(۳۳) ابن حجر العسقلانی: فتح الباری، مطبوعہ، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۹/۲۴۷۔

(۳۴) شیخ سید سابق: فقہ السنۃ دار البیان، کویت، ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۲۔۱۳۳

(۳۵) محمود شلتوت ۱۹۵۹ء، فتویٰ، جامعۃ الازھر، قاہرہ ۱۹۵۹۔

(۳۶) الشیخ الطنطاوی، فتویٰ، مطبوعہ، اخبار الوفد، مورخہ ۸، ۹، ستمبر ۱۹۸۸ء۔

(۳۷) الانبیاء (۲۱/۹۲)۔

(۳۸) عبد الرحیم، اسلامی میراث، ۴۳۰، بحوالہ ابو النور، منبھج ص ۴۰۹۔۴۱۲۔

(۳۹) محمد یوسف القرضاوی، کتاب الحلال والحرام، کلیۃ الاسلامی، بیروت۔

(۴۰) عبد الرحیم اسلامی میراث، ص ۱۹۸-۱۹۹۔

(۴۱) ایضاً، ص ۳۱۳-۳۱۴ بحوالہ عبد العزیز عیسیٰ محاضرہ۔

(۴۲) شیخ حسن مامون، فتویٰ، مطبوعہ الازھر ۱۹۶۴ء۔

(۴۳) عبد الرحیم، اسلامی میراث، ص ۳۸۸-۳۸۹۔

(۴۴) البقرہ (۲/۳۰)

(۴۵) ھود (۱۱/۶۱)

(۴۶) النسآء (۴/۱)

(۴۷) الرعد (۱۳/۳۸)

(۴۸) الاعراف (۷/۸۶)

(۴۹) الاعراف (۸۶/۷)۔

(۵۰) نوح (۱۱/۷۱)

(۵۱) ابوداؤد، السنن، کتاب النکاح، باب (۴): انہی عن تزویج، حدیث ۲۰۵۰؛ والنسائی، المجتبیٰ، ۶/۶۵-۶۶، کتاب النکاح، باب ۱۱۔

(۵۲) اسے ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے، اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر ہیں، لیکن اس کی سند عراقی نے ضعیف قرار دی ہے، ایسے ہی عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں نقل کیا ہے، اس کے راوی ابن ابی ھلال ہیں، زبیری نے اس سند کو ضعیف قرار دیا ہے؛ نیز دیکھیے ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ۹/۱۱۱ کتاب النکاح، باب ۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، لبنان (ب۔ت)

(۵۳) الترمذی، السنن، (کتاب المناقب، باب مناقب انس بن مالک)، ۶۸۲/۵، کتاب المناقب، باب ۴۶، حدیث ۳۸۳۹۔

(۵۴) ابوداؤد، السنن (کتاب النکاح) باب ۴ نہی عن تزویج، حدیث ۲۰۵۱۔

(۵۵) مسلم، الصحیح، ۱۰۶۲/۲، کتاب النکاح، باب (۲۴)، حدیث ۱۴۴۲/۱۴۱۔ مطبوعہ استانبول۔

(۵۶) البخاری، ۴۲۸/۷۔۴۲۹۔ کتاب المغازی، باب غزوہ بنی المصطلق، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان (ب ت)، حدیث ۱۳۸۔

(۵۷) الانعام (۱۵۲/۶)

(۵۸) بنی اسرائیل، (۳۱/۱۷)

(۵۹) مقالہ تنظیم الاسرۃ، درلواء الاسلام (قاہرہ ۱۹۶۲ء)۔

(۶۰) الانعام (۱۴۰/۶)

(۶۱) النسآء (۱۱۹/۴)

(۶۲) البقرہ (۲۲۳/۲)

(۶۳) ابوالاعلیٰ مودودی، ضبط ولادت کی تحریک، مطبوعہ ۱۹۶۲ء۔

(۶۴) عبدالرحیم، اسلامی میراث، ص ۳۸۷۔۳۸۸، بحوالہ ڈاکٹر سعید رمضان البوطی، ''مسئلہ'' مطبوعہ ۱۹۷۰ء، قاہرہ (مصر)

(۶۵) اکیڈمی برائے اسلامی تحقیقات، مختلف کانفرنسوں کی رپورٹ، ۱۹۶۴-۱۹۶۵ء۔

(۶۶) مجلۃ الاقتصاد الاسلامی، مارچ ۱۹۸۷ء، (مجمع الفقہ الاسلامی، مکہ مکرمہ) کی روداد

(۶۷) اسلامی میراث، ص ۴۰۲، بحوالہ بنجل کانفرنس ایک رپورٹ، ۱۹۷۹

(۶۸) اسلامی میراث، ص ۳۸۹، بحوالہ ڈاکٹر سعید رمضان البوطی، مسئلہ مطبوعہ ۱۹۷۰ء۔

(۶۹) دیکھیے صفحات بالا میں علماء کے انفرادی اور اجتماعی فتاوٰی۔